

"اعجاز القرآن" کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Research and analytical review of I'jāz-al-Qurān

*Majid Rashid

**Khubaib Ahmad

The Holy Qurān which was revealed to the last Prophet Muhammad ﷺ, Just as you are a collection of perfections, so is the word revealed to you a collection of perfections. One of the most important perfections of the Holy Qurān is the miracle of the Holy Qurān. The unique and unique way of reciting the Qurān is called I'jāz-al-Qurān in Islamic terminology. The Holy Qurān challenged the opponents and deniers of the Holy Qurān to explain its uniqueness. O Beloved! Say: If man and jinn come together and strive to be like the Qurān, they will not be able to make the likeness of it, even if they become helpers of one another.

The Qurān is a book of miracles, and miracles are those that are beyond human power and beyond the reach of everyone, power and courage, especially a miracle that lasts for a couple of years or a limited time. Not for the sake of it, but for the challenge of the creation which will come after its coming, and which will make the way of guidance easy for those who ponder within themselves.

In this article, I will try to explain the different aspects of I'jāz-al-Qurān and embellish it with arguments.

Key Words: Holy Qurān, I'jāz-al-Qurān, miracle, challenge, Eloquence and Rhetoric, Qurān style.

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری کلام جو آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا جس طرح آپ ﷺ کلمات کا مجموعہ ہیں اسی طرح آپ ﷺ پر نازل ہونے والا کلام بھی مجموعہ کلمات ہے۔ قرآن کریم کے کلمات میں سے ایک اہم کمال قرآن کریم کا اعجاز ہے۔ قرآن مجید کا جداگانہ اور بے مثل طریق، اسلامی اصطلاح میں اعجاز القرآن کہلاتا ہے۔ قرآن کریم نے اپنے بے مثل ہونے کو بیان کرنے کے لئے قرآن کریم کے مخالفین اور انکاری لوگوں کو چیلنج کیا:

"قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا"¹

* Lecturer of Islamic Studies, KF University of Engineering & IT R.Y Khan Majid.rashid@kfueit.edu.pk

** Visiting Lecturer of Islamic Studies, Lecturer of Islamic Studies, KF University of Engineering & IT R.Y Khan khubaib.ryk@gmail.com

¹Al-Asrā' 17:88.

"کہہ دو کہ اگر انس و جن جمع ہو جائیں اور کوشش کریں کہ اس قرآن کی مثل بنالائیں تو وہ ہرگز اس کی مثل نہ بنا سکیں گے خواہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"

سورۃ بقرہ میں یوں ارشاد فرمایا:

"وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ ذَوِي الْقُرْبَىٰ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ. فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ"²

"صرف ایک سورت کے مانند کلام لانے کا کہا گیا ہے، اگر تمہیں اس بات میں شک ہو کہ جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی سورۃ بنالاء اور اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔ پس اگر تم نے اس کی مثل پیش نہ کی اور یاد رکھو کبھی نہ کر سکو گے۔"

قرآنی اعجازیاتی چند جہتیں

قرآن کریم معجزاتی کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نجا نما 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا اور معجزہ کہتے ہی اسے ہیں جو انسانی طاقت اور بس سے باہر اور ہر کسی کے لئے اس کی مثل بنانا، طاقت اور ہمت سے کوسوں دور ہو، خاص طور پر معجزہ بھی وہ ہو جو ایک دو سال یا محدود وقت کے لئے نہ ہو بلکہ اپنے آنے کے بعد قیامت تک آنے والی خلقت کے چیلنج ہو اور جو اپنے اندر غور و فکر کرنے والوں کے لئے ہدایت کی راہیں بھی سہل کرتا ہو، رسول اکرم ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے:

"ما من الانبياء نبي الا اعطى ما مثله امن عليه البشر، وانما كان الذي اوتيت وحيا او حاه الله الى، وارجوان اكون اكثرهم تابعا يوم القيامة"³

"اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک ایسا معجزہ عطا فرمایا ہے جس کو دیکھ کر انسانیت ہدایت حاصل کرتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ایسا ہی معجزہ وحی کی شکل میں دیا ہے جو قیامت تک رہے گا، جو بھی اس میں غور و فکر کرے گا ہدایت حاصل کرے گا اس لئے مجھے اس بات کی امید ہے کہ میرے تابعین سب سے زیادہ ہو گے۔"

البتہ جو عنادی اور ضدی ہو اور تکذیب اس کا اوڑنا اور بچھونا ہو اور کابر تن لٹائی ہو تو وہ عقلی باتوں اور انکل بچو باتوں کی پیروی کرتا ہے، ایسے ہی لوگوں کو قرآن کریم مختلف تین مراحل میں چیلنج کیا اور اپنی عظمت اور شان کو آشکارہ کر کے ان کی کمزوری، کمتری اور ضعف کو عیاں کیا ہے، سب سے پہلے مرحلہ میں چیلنج کیا:

"قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا"⁴

"آپ فرمادیں: کہ اگر انسان اور جن تمام اکٹھے ہو کر اس بات کی کوشش کریں کہ قرآن کریم کی مثل قرآن بنالائیں تو یہ بالکل نہ کر سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائے۔"

²Al-Baqarah 2:23,24.

³Muhammad bin Ismā'il Bukhārī, Al-Jām' Al-Sahīh, Kitāb Fada'l al-Qur'an, Bāb: Keif Nuzul al-Wahī, 2:744.

⁴Al-Asrā' 17:88.

جب اس چیلنج کو پورا نہ کر سکے تو قرآن کریم نے ان کے ضعف اور کمزوری کی مزید واضح کرنے کے لئے دوسرا چیلنج کیا:

"أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَاذْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" ⁵

جب وہ اس بات سے بھی عاجز آگئے تو قرآن کریم اپنی عظمت کو مزید دوبالا کرنے اور ان کے حال کو روز روشن کی طرح واضح کرنے کے لئے مزید ہکا چیلنج کیا:

"وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ" ⁶

(اور اگر تم اس بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اس میں شک میں مبتلا ہو تو اس کی مثل کوئی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے علاوہ اپنے مددگاروں کو بھی بلاؤ، اور اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہو گے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے)۔

جب مخاطبین پوری طاقت کے باوجود اس کے مقابلہ کرنے سے بھی عاجز ہوئے، بلکہ اتنا اعلیٰ اور شہسدر کرنے والا چیلنج کہ چیلنج سے پہلے ہی کہہ دیا چاہے جتنا بھی آسان چیلنج کیا جائے کہ مخالفین اتنے کمزور و عاجز ہیں کہ نہ ماضی میں مقابلہ کر سکے، نہ حال میں مقابلہ کر سکے اور نہ ہی قیامت تک مستقبل میں مقابلہ کر سکیں گے۔ بہر حال قرآن کریم معجزہ ہے جس کا مقابلہ کرنا محال ہے۔

اب اس اعجاز کی وجہ کیا ہے تو مناہل العرفان کے مصنف نے چوبیس (24) وجہ اعجاز کو بیان کیا ہے، جن میں سے بعض وجوہ صحیحہ اور بعض وجوہ معلومہ کو بیان کرتے ہیں۔ ⁷

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:-

"ذباب الأكثرون من علماء النظر الى أن وجه الإعجاز فيه من جهة البلاغة".

"اکثر اہل فکر و دانش علماء کی رائے ہے کہ وجہ اعجاز بلاغت کی جہت سے ہے۔" ⁸

اسی بات کو علماء کرام کی اکثریت نے بیان کیا ہے، اگر منطقی نقطہ نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو یہی بات واضح ہوتی ہے کہ جن عربوں میں قرآن مجید کا نزول ہوا وہ علم و فن سے بے بہرہ تھے لیکن فصاحت و بلاغت کے شاہ سوار تھے۔ لگتا یوں ہے کہ زبان و ادب، شعر و شاعری اور انداز بیان و تعبیر ان کے گھر کی لونڈی ہیں، اس لئے وہ یہ مجبوری اور عذر پیش ہی نہ کر سکے کہ ہم تو اس فن سے آشنا ہی نہیں ہیں، اس لئے صرف باخبر لوگوں ہی کو چیلنج کیا جائے، احمد حسن الزیات بیان کرتے ہیں:-

⁵Hūd 11:13.

⁶Al-Baqarah 2:23,24.

⁷Abd al-‘azīm Zarqānī, Manāhil al-‘Irfān (Misr: Matba‘ ‘isā al-bābī al-Ḥalbī, S.N), 2:261.

⁸ Jalāl al-Dīn Suyūṭī, Al-Ittiqān fi ‘Ulūm al-Qur‘ān (Misr: Al-ha‘at al-misriyyah al-‘amah Lil kitāb, 1394 A.H), 4:14.

"من قائل أنه الفصاحة الرائعة المذهب الواضح والأسلوب الموثق ونحن الى هذا الرأي أميل؛ فان القوم الذين تحدوا به لم يكونوا فلاسفة ولا فقهاء حتى يكون عجزهم عن الاتيان بمثله معجزة، انما كانوا بلغاء مصادع وخطباء مصاعف وشعراء فحولاً، وفي القرآن من دقة التشبيه والتمثيل وبلاغة الاجمال والتفصيل وروعة الأسلوب وقوة الحجاج ما يعجز طوق البشر ويرمي المعارضين بالسكات والحصَر" ⁹

" بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس قرآن میں شاندار فصاحت، واضح فکر و نظریہ اور مستحکم اسلوب پائے جاتے ہیں میری یہی رائے ہے کیوں کہ جس قوم کو لاکارا گیا وہ نہ تو منطقیانہ مویشگان فیوں سے واقف تھے نہ ہی فہم و فراست کے حامل کہ ان کا اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہنا معجزہ ہوتا، ہاں وہ میدان بلاغت کے ہیرو، بلند پایہ مقرر، اور قادر الکلام شاعر تھے نیز قرآن میں دقیق تشبیہ و تمثیل، ایجاز و اطناب، حسین اسلوب اور قوت استدلال نے انسانی قوت کو در ماندہ کر دیا اور مخالفین پر سکتہ و سناٹا طاری کر دیا۔ "

قرآن کریم کے اعجازِ بیانی کو چار انداز سے بیان کیا جاتا ہے:

1: مفردات کے بیان میں اعجاز

2: قرآن کریم کے جملوں اور ترکیبوں میں اعجاز

3: قرآن کریم کے بیلن اسلوب میں اعجاز

4: قرآن کریم کے نظم و ضبط میں اعجاز

1: مفردات کے بیان میں اعجاز

قرآن کریم کے مفردات میں اعجاز اس کمال درجہ کا ہے کہ قرآن کا ہر لفظ اتنا فصیح و بلیغ ہے اور اس کا اتنا درست استعمال ہے کہ اس کی جگہ کسی بھی دوسرے لفظ کو استعمال کیا جائے خواہ وہ لفظ اس کے ہم معنی اور ہم مفہوم ہی کیوں نہ ہو وہ مناسب نظر نہ آئے گا، اس کے برعکس زبان دانی کا دعویٰ کرنے والوں کے کلام میں یہ خوبی معدوم ہے اور طرح طرح کی خامیاں پائی جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر عربی کا ایک مشہور شاعر متنبی ہے، اس کو اپنی قوت زبان پر اتنا فخر تھا کہ اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو اس کا کمال قرآن ہی کا فیض تھا، اس کے کلام میں بہت ساری خامیاں اور عیوب پائے جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جگہ اگر کسی اور لفظ کا استعمال کیا جاتا تو اچھا ہوتا، جیسا کہ اس کا ایک شعر ہے:

" ان القتل مضر جاً بدموعه مثل القتل مضر جاً بدمائه" ¹⁰

(محبت کی وجہ سے شہید ہونے والا جنگ میں شہید ہونے والے کی طرح ہوتا ہے۔)

لیکن ذرا، "مثل" کو ہٹا کر "فوق" رکھ دیں تو دیکھئے حسن کتنا دو بالا ہوتا ہے۔

⁹ Ahmad Hasan al-ziyarat, Tārīkh al-adab al-'arbī (Qāhīrah: Dār Nah'Āhah Mīsr Lil Nashr, S.N), 89.

¹⁰ Abd al-Rahmān al-barr Quwwatī, Sharah Dīwān al-Mutanabbī (Beirut:1407 A.D), 1:132.

اس کے برعکس قرآن نے لفظ ”مثل“ کو تقریباً چالیس (40) جگہوں پر استعمال کیا ہے اور کسی ایک جگہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتے ہیں اور ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ استعمال کرنا اچھا نہیں لکھتا اور فصاحت و بلاغت کے منافی ہے۔

لفظ مثل کی طرح قرآن کریم کے جس لفظ کو بھی لے لیں تو اس کے قائم مقام کسی ہم معنی لفظ کو استعمال کرنا فصاحت و بلاغت کے منافی نظر آتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے:

" أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ " ¹¹

" تم لوگ بت کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔ "

اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو معلوم ہوتا کہ اگر ہم ”تذرون“ کی جگہ ”تدعون“ کو استعمال کریں، کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہے تو یہ صنعت جناس کا اضافہ ہو جائے گا، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، کیونکہ قرآن کریم کا مقصد بالارادہ چھوڑنا ہے جو صرف ”تذرون“ کا ہی معنی ہے، کیونکہ ”تدعون“ میں بالارادہ کی قید نہیں ہوتی۔

اگر ہم قرآن کریم کے مفرد الفاظ پر غور و فکر کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں بعض مواقع پر ایسے الفاظ کو استعمال کیا ہے جو اس معنی میں مشہور و معروف نہیں اور اس معنی کو سمجھنے کے لئے قرینہ کو مد نظر رکھنا ضروری ہو گا، جس طرح قرآن کریم نے موت کے لئے لفظ توفیٰ کو استعمال کیا جس کے معنی پورا پورا وصول کرنا ہے اور موت کا معنی قرینہ کی وجہ سے معلوم ہو گا جو صرف صرف قرآن کریم کا ہی کمال ہے جس کا مقصد عرب کے قدیم نظریہ کفر کی مخالفت کرنا ہے۔ ¹²

قرآن کریم کے مفردات کے اعجاز میں ایک بات یہ بھی باعث اعجاز ہے کہ ثقیل الفاظ جو فصاحت میں عیب بن سکتے ہیں ان کے استعمال کو قرآن کریم نے ترک کر دیا ہے اور ایسے باکمال الفاظ کا استعمال کیا ہے کہ سننے والا تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا، مثال کے طور پر عرب بچی اینٹ کے لئے تین الفاظ (آجر، قرد، طوب) استعمال کرتے ہیں اور تینوں ہی ثقیل الفاظ ہیں، ان تمام الفاظ کی جگہ قرآن کریم نے لفظ ”الطین“ استعمال کیا ہے:

" فَأَوْقَدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا " ¹³

" اے ہامان گیلی مٹی پر آگ روشن کر کے میرے لیے ایک محل تعمیر کرو۔ "

ایسے ہی لفظ ”ارض“ کی جمع کے لئے اس کے ساتھ لفظ ”مٹلہن“ کو استعمال کیا ہے کیونکہ اس کی جمع لفظ اراضی اور ارضوں دونوں کی ثقیل الفاظ تھے، جیسے کہ ارشادِ باری ہے:

¹¹ Al-Saffāt 37:125.

¹² Yatīmt al-bayān lil binūrī, Muqadmah Mushkilāt al-Qur'ān, 88,89.

¹³ Al-Qasas 28:38.

"اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ" ¹⁴

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین بھی اتنی ہی۔"

2: قرآن کریم کے جملوں اور ترکیبوں میں اعجاز

مفردات کی طرح جملوں کی ترکیب و بناوٹ اور بندش کی شوکت و سلاست بھی اعجاز پایا جاتا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ زبان سے ایک جملے کی ادائیگی کے بعد فوراً ہی دوسرے جملے کی ادائیگی ہو جاتی ہے اور کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید میں بعض جملے اس انداز میں بیان کیے گئے ہیں جس سے مشکل ترین باتوں کو بھی بالکل آسان پیرائے میں بیان کیا گیا ہے، جس طرح زمانہ جاہلیت میں قاتل سے بدلہ لینا قابل تعریف تصور کیا جاتا تھا اور اس کے بیان کے لئے مختلف جملے بیان کیے جاتے تھے:

"الْقَتْلُ أَنْفَى لِلْقَتْلِ"

قتل سے قتل کا خاتمہ ہو جائے گا۔

"الْقَتْلُ أَحْيَاءَ لِلْجَمِيعِ" (قتل ہر ایک کے لئے زندگی ہے)۔

ان تمام کے برخلاف قرآن کریم اس کو یوں بیان کرتا ہے:

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ" ¹⁵

"اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔"

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے مختصر اور جامع الفاظ میں ایک وسیع مفہوم بیان کیا ہے، جس مفہوم کو مختلف جملے بیان کرنے سے عاری تھے۔ قرآن کریم میں جہنم کی وسعت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (30)" ¹⁶

"جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر گئی ہے تو وہ جواب میں کہے گی کہ کیا اور بھی ہے۔"

بتوں کی عظمت و ہیبت دلوں میں اتنی جاں گزیر تھی کہ اپنی قسمت کا فیصلہ کروانے کے لئے ان ہی کے پاس جاتے، ان کے ناموں کے احترام اور عقیدت مندانہ جذبات سے ان کے دل لبریز تھے۔ لیکن قرآن نے صرف ایک جملے میں سب کو پاش پاش کر دیا۔

"إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ" ¹⁷

¹⁴ Al-Talāq 65:12.

¹⁵ Al-Baqarah 2:179.

¹⁶ Qāf 50:30.

¹⁷ Al-Najam 53:23.

"یہ محض تمہارے اور تمہارے آباء و اجداد کے رکھے ہوئے نام ہیں۔ ان سے حقیقت کا کچھ واسطہ نہیں اور نہ ہی کوئی نفع و نقصان ان سے متعلق ہے۔"

3: قرآن کریم کے بیلن اسلوب میں اعجاز

قرآن میں اعلیٰ اور اکمل انداز میں اسلوب پایا جاتا ہے، جس کا اقرار ہر صاحب ذوق انسان کرتا ہے نیز قرآن کریم کا اسلوب اشعار والا نہیں ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب ”الفوز الکبیر فی اصول التفسیر“ میں تفصیلاً اس پر بحث کی، جس کا خلاصہ یہ ہے:

قرآن مجید کا بیلن اسلوب نثر ہے، لیکن اس کے باوجود شعر سے بھی زیادہ چاشنی اس میں پائی جاتی ہے، اس وجہ یہ ہے اشعار کا مکمل لذت اس کی متوازن صوتی آہنگ کی وجہ سے ہوتی ہے، جس کے لئے اہل ذوق نے مختلف اصول و ضوابط کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔¹⁸

قرآن مجید جس زبان اور جس خطے میں نازل ہوا اس خطے کی زبان اور انہیں لوگوں کے اسلوب میں نازل ہوا۔ اس لیے عرب کے کسی شخص نے قرآن کے اسلوب پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ قرآن مجید جس طرح ایک فصیح اللسان شاعر کو سمجھ میں آتا ہے اسی طرح ایک عام، ان پڑھ شخص کو بھی سمجھ میں آیا۔

امین احمد اسلوب قرآن کے متعلق لکھتے ہیں "قرآن مجید عرب کی زبان میں اور انہی کے اسلوب میں نازل ہوا، قرآن کے تمام الفاظ عربی ہیں سوائے چند الفاظ کے جو دوسری زبانوں سے لیے گئے ہیں لیکن ان الفاظ پر عربیت کا اثر غالب آگیا۔"

قرآن کا اسلوب عرب کا اسلوب ہے اس میں حقیقت، مجاز اور کنایہ عرب کے کلام کے مطابق ہیں کیونکہ قرآن کے پہلے مخاطب عرب ہی تھے تو اس لیے ان کو اس زبان میں مخاطب کیا گیا جو وہ سمجھتے تھے۔¹⁹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ"²⁰

"اور ہم نے ہر قوم میں رسول اسی قوم کی زبان میں بھیجا ہے تاکہ وہ ان کے لئے ہر چیز کو تفصیلاً بیان کرے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ انہی میں سے ہیں اور انہی کی زبان میں ان سے بات کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی اسی قوم کی زبان میں نازل کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود قرآن کو تمام صحابہ برابر سمجھنے سے قاصر تھے۔ جس طرح عربی میں لکھی ہوئی کتاب کو تمام اہل زبان نہیں سمجھ سکتے اسی طرح انگریزی اور اردو زبان میں لکھی ہوئی کتاب کو اہل زبان مکمل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ عقل، فہم و فراست میں طبقات اور درجات ہوتے ہیں، اسی طرح ہر شخص اپنی مادری زبان کا احاطہ نہیں کر سکتا، عربی زبان کا معاملہ بھی ٹھیک اسی طرح کا ہے، اسی کی مناسبت سے حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ بھی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :-

¹⁸ Ahmad bin 'Abd al-Rahīm Shah Walī Allah, Al-Fawz al-kabīr Fī 'Usūl al-Tafsīr (Qāhīrah: Dār al-Saḥwah, 1407 A.H), 216-230.

¹⁹ Ahmad Amīn, Fajr al-Islām (Beirūt: Dār al-kutub al-'ilmiyyah 2nd Edition, 2006 A.D), 190.

²⁰ Ibrāhīm 14:4.

"أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ قَوْلِهِ وَفَاكِهَةً وَأَبَا مَا الْأَبُّ فَقَالَ عُمَرُ نُهِنَا عَنْ التَّعَمُّقِ وَالتَّكَلُّفِ - " ²¹
 " ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے سورۃ عبس کی آیت " وَفَاكِهَةً وَأَبَا " میں " اَبَا " لفظ کے معنی دریافت کی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ ہمیں تکلفات میں پڑنے سے منع کیا گیا ہے " ²²

یہ تھے حضرت عمرؓ جن کی فہم و فراست اور دینی علم کی گہرائی کو ہم جانتے ہیں۔ ان کے ساتھ عام صحابہ کا بھی یہی حال ہو گا۔ قرآن مجید کا بیان اسلوب ان تمام سے جدا ہے کہ نہ وہ شعر ہے، نہ مروجہ نثر ہے اور نہ ہی مجمع کلام ہے، بلکہ اس کو جس انداز اور جیسے جملوں کی شکل اور اسلوب میں بیان کیا گیا ہے تو اس کے الفاظ اور معانی دونوں ہی میں اعجاز پایا جاتا ہے۔
 عتبہ بن ربیعہ جو قریش کے سردار تھے جب انہوں نے اس کلام پاک کو سنا تو انہوں نے بھی کہہ دیا:

اللہ کی قسم! میں نے آج تک کوئی ایسا کلام نہیں سنا ہے، نہ تو یہ شعر ہے اور نہ ہی اس میں جادو پایا جاتا ہے۔ ²³
 حضرت ابوذر غفاریؓ کے بھائی حضرت انسؓ جو شاعر تھے، وہ اپنے بھائی کا حال معلوم کرنے کے لئے مکہ المکرمہ آئے تو جب ان کے کانوں نے قرآن کریم کا سماع کیا تو انہیں نے بھی گواہی دی کہ کہ آپ ﷺ کے کلام سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ سچے ہیں اور آپ ﷺ کے دشمن جھوٹے ہیں اور آپ ﷺ کا کلام سچا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے قرآن کریم کے بیان اسلوب کی خوبی کو بیان کرتے ہوئے سورہ ہود کی آیت تلاوت کی:
 " وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكَ وَيَا سَمَاءُ أَفْلَعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (44) " ²⁴

" اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور حکم تمام ہوا اور کشتی جو دی (پہاڑ) پر پہنچی اور فرمایا گیا کہ ہلاک ہوں ظالم لوگ۔ "

اس آیت کے بارے میں ابن ابی الاصبغ کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے کہ میں نے آج تک اس طرح کے کلام کی مثال نہیں دیکھی۔ اس میں (17) الفاظ ہیں اور (20) اسلوب بیان کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

قرآن کریم کے اعجاز کو علی وجہ الکمال کو ذہن نشین کرنے کے لئے اس کے اسالیب کا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ اسالیب کا نزالہ اور منفرد ہونا بھی اعجاز کی صورتوں میں سے ایک ہے۔ اب قرآن مجید کے چند اسالیب کو مختصر انداز میں بیان کیا جاتا ہے:-

1- عَوْدُ عَلَى الْبَدءِ

یہ قرآن مجید کا یہ ایک نزالہ اسلوب ہے جس میں کلام کی ابتداء جس بات سے ہو رہی ہو تو اسی بات کلام کو ختم کیا جائے، اس سے مضمون کی اہمیت اور افادیت دلوں پر منقش ہوگی اور سامع اس کو بھلانہ سکے گا۔ درمیان میں کسی بھی مناسب اور مطابقت کی وجہ سے مزید کچھ چیزیں اور بحثیں ذکر کر دی جاتی ہیں جن پر ضرورت کے مطابق بحث کی جاتی ہے اور پھر اصل مقصد کی طرف عود آتے ہیں اور پوری گفتگو کو جامع انداز میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

²¹ Ahmad bin 'Alī bin Hajar 'Asqalānī, Fath al-bārī (Beirut: Dār al-m'rifah, 1379 A.H), 13:271.

²² Ahmad Amīn, Fajr al-Islām, 191.

²³ Qāzī 'Ayāz, Al-Shifā', Kitāb al-Shifā' bi Ta'rīf Huqūq al-Mustafā (Lahore: Farid book stall, S.N), 13.

²⁴ Hūd 11:44.

جیسا کہ سورۃ المؤمنون کی ابتداء میں جب مومنوں کی خوبیوں کو بیان کیا گیا، تو اس میں سب سے پہلے نماز ذکر کیا گیا ہے:

" قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ "

تحقیق مومنوں نے فلاح پائی، وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں۔²⁵

مختلف صفات کے بیان کے بعد دوبارہ نماز ہی کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے نماز کی عظمت و شان بیان کرنے کے ساتھ ساتھ، نیکوں کی ابتداء اور اور انتہاء کو بیان کرنا ہے، اسی بات کی وضاحت آپ ﷺ نے احادیث مبارکہ میں بھی کی ہے:-

" وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ " ²⁶

" اس دین میں کوئی خیر نہیں پائی جاتی جس میں رکوع یعنی نماز نہیں پائی جاتی۔ "

2۔ علی سبیل المشاکلہ

قرآن کریم اور عربی ادب میں بعض دفعہ ہم جنس اور ہم صورت اور ہم آواز الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، وہاں پر لفظ کا لغوی معنی کی بجائے موقع محل کے اعتبار سے معنی کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ شعر ہے:

" وَلَمْ يَبْقَ سِوَى الْعَدُوِّ دَنَا هَمَكَمَا دَانُوا " ²⁷

" اور ظلم کا بدلہ دینے کے سوا کوئی راہ باقی نہ رہی۔ ہم نے انھیں بدلہ دیا جس طرح انھوں نے ہمارے ساتھ سلوک کیا۔ "

اس شعر میں " دانوا " اپنے لغوی معنی میں استعمال نہیں ہو رہا بلکہ کہ " فعلوا یا ظلموا " کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے کیونکہ دشمن نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی، اسی مفہوم سے ملتی جلتی مثال قرآن کریم میں یوں بیان کی گئی ہے:

" وَجَزُؤٌ مِّنْ سَيِّئَةٍ مَّغْلُظَةٍ قَمَنَ عَقَاوًا صَلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ " ²⁸

" برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ "

اس آیت کریمہ میں برائی کے جواب میں برائی کا ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ برائے کے جواب میں انتقام لینا جائز ہے نہ کہ برا ہے، اس لئے جہاں پر برائی کہنا محض لفظی ہم آہنگی کی وجہ سے ہے۔

3۔ نبی کے ساتھ قید

نبی کے ساتھ قید کا ذکر قرآن کریم کا ایک جامع اسلوب ہے جس کا بیان قرآن کریم کی معرفت سے بے خبر شخص مشکل میں گرفتار ہو سکتا ہے، حالانکہ قید کا مقصد اس کام کی مزمّت علی وجہ الکمال بیان کرنا اور اس کے گھنٹنے پن کو واضح کرنا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَلا تُكْرِهُوا فَتِيَّتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْتَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا " ²⁹

" اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں۔ "

²⁵ Al-Mu'minūn 23:1,2.

²⁶ Suleimān bin Ash'ath, Sunan Abī Dā'ūd (Beirut: Al-maktabah al- 'asriyyah, S.N), 3:163.

²⁷ Abu al-Qāsim Zeid bin 'Alī al-fārsī, Sharah Kitāb al-Humāsah (Beirut: Dāe al-awza'ī, S.N), 2:80.

²⁸ Al-Sūrā 42:40.

²⁹ Al-Nūr 24:33.

اس آیت کریمہ یہ مطلب نہیں ہے کہ لونڈیاں اگر نکاح کے لئے تیار ہو تو ان سے بدکاری نہ کرو اور اگر اس کا عکس ہو تو انہیں زنا پر مجبور کرو، ایسا مطلب نہیں ہے بلکہ یہاں قید کا ذکر اس کے ساتھ نفرت کے اظہار کے لئے ہے، اسی لئے اسلام نے تو غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کی ترغیب دی ہے:

"وَأَنْكِحُوا الْأَبَايِمَ مِنَ الصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ"

"تم میں سے جو لوگ مجر دہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو" ³⁰

اسی طرح یلن اسلوب سورہ بنی اسرائیل میں بھی نظر آتا ہے، یہاں پر ”خشیتہ املاق“ کی قید کو ذکر کیا گیا ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ" ³¹

"اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔"

اس آیت میں بھی ”خشیتہ املاق“ کی قید کو مفلسی کے ڈر سے اولاد کے قتل کرنے کے گھنٹے ہونے کو بیان کرنے کے لئے ہے، کیونکہ رزاق والدین نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

4- تشریف

قرآن کریم میں مختلف مضامین، مختلف احکامات، نصائح وغیرہ میں مختلف انداز اور طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے، کبھی ترغیب کے انداز میں، کبھی ترہیب کے انداز میں سمجھایا جاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ علی وجہ الکمال بات سمجھ میں آجائے اور اس پر عمل کرنا سہل ہو جائے، اسی انداز بیان کو تشریف کہا جاتا ہے، جس کا لفظی معنی بھی گردش دینا اور ہیر پھیر کے ہوتے ہیں۔ ³²

قرآن مجید میں بھی تشریف کا مقصد یہی بیان کیا گیا ہے کہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے:

"أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ" ³³

"آپ دیکھیں کہ ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کو بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ اچھی طرح بات سمجھ سکیں۔"

پورے قرآن کریم میں بنیادی طور پر تین چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جو قرآن کریم کے تین بنیادی مضامین توحید، رسالت اور آخرت ہیں، ان کو مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا جس سے ہر دفعہ ایک نیا پن معلوم ہوتا ہے اور بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے اور کوئی بوریات بھی نہیں ہوتی ہے۔

سب سے پہلی چیز عقیدہ توحید ہے جس کو کہی پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت قرار دیا ہے:

"فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ، ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ" ³⁴

"قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

³⁰Al-Nūr 24:32.

³¹Al-Asrā' 17:31.

³²Hamīd al-Dīn Farāhī, Muqadimah Tafsīr Nizām al-Qur'ān Wa Tawīl al-Furqān bil Furqān (Beirut: Al-Dā'irah al-ḥamīdiyyah, 2008 A.D), 48,49.

³³Al-An'ām 6:65.

³⁴Al-Rūm 30:30.

قرآن کریم میں بعض مواقع پر مشرکین کی اپنے نفسوں کی گواہی سے استدلال کیا گیا ہے کہ جب ان پر کوئی مشکل وقت ہوتا تو سب معبودوںِ باطلہ کو بھول کر ایک ہی خدا کو پکارتے تھے اور جب مشکل وقت ٹل جاتا تھا، تو حقیقی خدا کو بھلا دیتے تھے، جس طرح ان سورتوں کی ان آیات مبارکہ میں ہے:-

" فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانُ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِي اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدْيِكُمْ تَفْرَحُونَ³⁵

" چنانچہ جب سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: کیا تم مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے، البتہ تم ہی لوگ اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ "

" وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ³⁶

" اور انہیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہو کر صرف اسی کے لیے خاص رکھیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور یہی سیدھی سچی امت کا دین ہے۔ "

" لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ³⁷ "

" وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ: اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقیناً جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ "

" وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (74) وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونُ مِنَ الْمُوَفِّينَ (75) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ (76) فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ (77) فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسُ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (78) إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (79) وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (80) وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (81)

" 38 -

" اور (اس وقت کا ذکر سنو) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کہ: کیا آپ بتوں کو خدا بنائے بیٹھے ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا نظارہ کراتے تھے، اور مقصد یہ تھا کہ وہ مکمل یقین رکھنے والوں میں شامل ہوں۔ چنانچہ جب ان پر رات چھائی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ کہنے لگے: یہ میرا رب ہے پھر جب

³⁵Al-Namal 27:36.

³⁶Al-Bayyinah 98:5.

³⁷Al-Mā'idah 6:72.

³⁸Al-An'am 6:74-81.

وہ ڈوب گیا تو انہوں نے کہا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب انہوں نے چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ: یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جب انہوں نے سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے۔ یہ زیادہ بڑا ہے۔ پھر جب وہ غروب ہوا تو انہوں نے کہا: اے میری قوم! جن جن چیزوں کو تم اللہ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو، میں ان سب سے بیزار ہوں۔ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور (پھر یہ ہوا کہ) ان کی قوم نے ان سے حجت شروع کر دی۔ ابراہیم نے (ان سے) کہا: کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو جبکہ اس نے مجھے ہدایت دے دی ہے؟ اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو، میں ان سے نہیں ڈرتا (کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا دیں گی) (الایہ کہ میرا پروردگار (مجھے) کچھ (نقصان پہنچانا) چاہے (تو وہ ہر حال میں پہنچے گا) میرے پروردگار کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر بھی کوئی نصیحت نہیں مانتے؟ اور جن چیزوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے، میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں جبکہ تم ان چیزوں کو اللہ کا شریک ماننے سے نہیں ڈرتے جن کے بارے میں اس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے؟ اب اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو بتاؤ کہ ہم دو فریقوں میں سے کون بے خوف رہنے کا زیادہ مستحق ہے؟ "

"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ (35) رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَا كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَافِرٌ رَحِيمٌ (36) " - ³⁹

" اور یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے (اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے) کہا تھا کہ: یا رب! اس شہر کو پر امن بنا دیجیے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچائیے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔ میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہی کیا ہے۔ لہذا جو کوئی میری راہ پر چلے، وہ تو میرا ہے، اور جو میرا کہنا نہ مانے، تو (اس کا معاملہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں) آپ بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔ "

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ " - ⁴⁰

" اور تم سے پہلے ہم نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر ہم نے یہ وحی نازل نہ کی ہو کہ: میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، لہذا میری عبادت کرو۔ "

"يَا صَاحِبِي السَّجْنِ أَرَأَيْتَ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمْ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (39) مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (40) " - ⁴¹

" اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں، یا وہ ایک اللہ جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے؟ اس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، ان کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان

³⁹Ibrāhīm 14:35,36.

⁴⁰Al-Anbiyā' 21:25.

⁴¹Yūsuf 12:39,40.

کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حاکم اللہ کے سوا کسی کو حاصل ہیں ہے، اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

کہیں کائنات کے پورے نظام سے توحید کے حق میں زبردست دلائل دیے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس سارے عالم ہست و بود کا خدا ایک ہی ہے۔ جس طرح ان سورتوں کی ان آیات مبارکہ میں ہے:-

" قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (40) بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ (41) " -⁴²

" (ان کافروں) سے کہو: اگر تم سچے ہو تو ذرا یہ بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے، یا تم پر قیامت ٹوٹ پڑے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ بلکہ اسی کو پکارو گے، پھر جس پریشانی کے لیے تم نے اسے پکارا ہے، اگر وہ چاہے گا تو اسے دور کر دے گا، اور جن (دیوتاؤں) کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو (اس وقت) ان کو بھول جاؤ گے۔ "

کہیں خدا کے بے شمار احسانات اور بے پایاں نعمتوں کا تذکرہ کر کے انسان کے جذبہ عبودیت کو ہمیز کیا گیا ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی خدا کو اپنی محبتوں اور اطاعتوں کا مرکز بنائے۔ جس طرح ان سورتوں کی ان آیات مبارکہ میں ہے:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (21) الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (22) " -⁴³

" اے لوگو اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزرے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ (وہ پروردگار) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا، اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے تمہارے رزق کے طور پر پھل نکالے، لہذا اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ جبکہ تم (یہ سب باتیں) جانتے ہو۔ "

بَلْ أَتَيْنَاهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (90) -⁴⁴

"نہیں (یہ افسانے نہیں) بلکہ ہم نے انہیں حق بات پہنچائی ہے، اور یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔"

غرض یہ کہ مختلف پیرایوں میں بات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور کہیں بھی عبارت اور کلام میں تکرار کا عیب پیدا نہیں ہوا ہے نہ ثقالت اور غیر ضروری طوالت کا احساس ہو رہا ہے بلکہ ہر بیان کی نوعیت دوسرے بیانات کی نوعیت سے مختلف دکھائی دیتی ہے۔

5- تخلص

اس اسلوب کو اردو شاعری کی اصطلاح میں گریز کہا جاسکتا ہے۔ یعنی بات میں سے بات پیدا کرنا، ایک مضمون بیان کرتے کرتے بیچ میں کوئی موقع کی ہدایت و نصیحت یا واقعہ بیان کر کے اصل موضوع کی طرف پلٹ آنا، اس کو امام ابن قیم جوینیؒ نے تخلص یا انتقال من فن الی فن کہا ہے۔

⁴² Al-An'ām 6:40,41.

⁴³ Al-Baqarah 2:21,22.

⁴⁴ Al-Mu'minūn 23:90.

یہ اسلوب بڑی مہارت اور حسن بلاغت کا متقاضی ہے۔ مضمون کا رخ تھوڑے سے وقفہ کے بعد پھر اسی اصل مواد کی طرف پلٹا دیا جائے اور یہ تھوڑا سا عرصہ اس طرح نکالا جائے اور اصل مضمون سے اس کا تعلق اس طرح جوڑ دیا جائے کہ درمیان میں کوئی بے ربطی کسی قسم کا جھول اور کوئی بیگانگی پیدا نہ ہو۔

سورہ مومنون کا مطالعہ کیجئے۔ ابتدا اہل ایمان کی فلاح اور حق کی تکذیب کرنے والوں کے خسران کے اعلان سے ہوتی ہے جس میں خدا کی ربوبیت کے شواہد سے جزا و سزا پر استدلال بھی شامل ہے اور یہ سلسلہ آیت 23 وَعَلَيْهَا عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ (اور ان (جانوروں) پر اور کشتیوں پر سواری بھی کرتے ہو) پر ختم ہوتا ہے۔ آگے مکذبین کے خسران اور مومنین کی فلاح پر تاریخی شواہد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کا تذکرہ ہوتا ہے جو تاریخی تقدم کے اعتبار سے بھی رسولوں کی سرگزشت کا سرنامہ ہے اور خاص طور پر کشتی ہی کو ان کی اور ان کے ساتھیوں کی نجات کا اللہ تعالیٰ نے ذریعہ بنایا۔ کشتی کے ذکر کے بعد اس کشتی والے کے واقعہ کا ذکر اس طرح آگیا ہے گویا بات میں سے بات پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا:۔

“اور ان (جانوروں) پر اور کشتیوں پر سواری بھی تم کرتے ہو۔ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا، اسے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔”⁴⁵

تاریخی شواہد کے بعد آیت 50 سے پھر اصل مضمون دوبارہ شروع ہو گیا ہے۔

" وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ "

" اور ہم نے زمین میں پہاڑ جمادیے تاکہ وہ انھیں لے کر ڈھلک نہ جائیں۔ اور اس میں کشادہ راہیں بنادیں تاکہ لوگ (خدا کی طرف) رہنمائی حاصل کر سکیں " -⁴⁶

قرآن کریم کی یہ آیات مبارکہ بھی اس اسلوب کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگی:۔

" وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (5) وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (6) وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِالْغَيْهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (7) وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (8) وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِزٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ (9) "

" اس نے جانور پیدا کئے جس میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ ان میں تمہارے لیے جمال ہے جبکہ تم انھیں چرنے کے لیے بھیجتے ہو اور جبکہ شام انھیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بوجھ کو ڈھو کر ایسے مقامات تک لیجاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق و مہربان ہے۔ اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق ہیں۔ اور وہ بہت سی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جبکہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا " -⁴⁷

⁴⁵ Al-Mu'minūn 23:22.

⁴⁶ Al-Anbiyā' 21:31.

⁴⁷ Al-Nahal 16: 5-9.

اب ہم غور کریں تو معلوم ہو گا کتنے جامع انداز میں تخلیق انسانی کے مقصد کو اور ہدایت اور رہنمائی کی باتوں کو ذکر کیا گیا اور بعد میں آیت نمبر 10 سے دوبارہ اصل مضمون کو دوبارہ بیان کیا گیا:

"الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (10) وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ ثُمَّ يَبْقَدِرُ ۖ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا ۚ كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ (11) وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ (12) لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ (13) وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (14) " 48

"یہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، اور اس میں تمہارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ سکو۔ اور جس نے آسمان سے ایک خاص انداز سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعے ایک مردہ علاقے کو نئی زندگی دے دی، اسی طرح تمہیں (قبروں سے) نکال کر نئی زندگی دی جائے گی۔ اور جس نے ہر طرح کے جوڑے پیدا کیے اور تمہارے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو۔ (۳) تاکہ تم ان کی پشت پر چڑھو، پھر جب ان پر چڑھ کر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو، اور یہ کہو کہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں دے دیا، ورنہ ہم میں سے یہ طاقت نہیں تھی کہ اس کو قابو میں لاسکتے۔ اور بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

"قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ (72) أَوْ يَنْفَعُونَكُمُ أَوْ يَضُرُّونَ (73) قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ (74) قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ (75) أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ (76) فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ إِلَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ (77) الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يُهْدِينِ 78 " 49

"ابراہیم نے کہا: جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی فائدہ یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا: بھلا کبھی تم نے ان چیزوں کو غور سے دیکھا بھی جن کی تم عبادت کرتے رہے ہو؟ تم بھی اور تمہارے پرانے باپ دادے بھی۔ میرے لیے تو یہ سب دشمن ہیں، سوائے ایک رب العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے۔"

"وَجَعَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (14) وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (15) " 50

اور اگرچہ ان کے دلوں کو ان (کی سچائی) کا یقین ہو چکا تھا، مگر انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان ان کا انکار کیا۔ اب دیکھ لو ان فساد چانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟۔ اور ہم داود اور سلیمان کو علم عطا کیا۔ اور انہوں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔"

ربط بین الآيات کا اعجاز

48 Al-Zukhruf 43:10-14.

49 Al-Shu'ra' 26 :72-78.

50 Al-Namal 27:14,15.

قرآن پاک مختلف الانواع احکامات، ہدایات اور مضامین کا ایسا جامع مجموعہ ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر حکم اور مضمون دوسرے حکم و مضمون سے باہم مربوط ہی نہیں، بلکہ ہر دو آیات و دو سورتوں اور دو پاروں وغیرہ کے درمیان باہمی ربط بھی محسوس ہوتا ہے، یہاں تک کہ بعض مواقع پر تو قرآن کریم دو باہم مخالف مضامین کو اکٹھا بیان کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ انسان اس کو دیکھ کر حیران و سشدر رہ جاتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ باہم متضاد ہیں ہی نہیں بلکہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اس موقع کے مناسب و موافق یہی الفاظ اور مضمون تھا جس کو بیان کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ اور کوئی مضمون یہاں مناسب ہی نہ تھا۔ پھر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ دو مضامین و احکامات ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور اگر ایک کو دوسرے کے بغیر ذکر کیا جاتا تو مطلب واضح نہ ہوتا بلکہ اگر ان کو اکٹھے بیان کیے جائے تو بھی حسن و جمال اور باہمی ربط نظر آتا ہے اور اگر کسی بھی آیت اور مضمون کو الگ بھی لکھا جائے تو بھی مستقل مضمون نظر آتا ہے اور لگتا ہے ہے کہ اس کو اسی طرح بیان کرنا مناسب تھا۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے ربط بین الآیات کا انکار کیا تو ان کے سامنے دوسری صورت ہی تھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کا اعجاز ذوقی و وجدانی ہے اور اگر اصول و ضوابط کا پابند بھی تسلیم کر لیا جائے تو ہر اعتبار سے اس کا اعجاز الفاظ و مضامین کا ہے، یہاں تک کہ جو بھی ادیب و شاعر ایک فن میں کامل مہارت رکھتا بھی ہو لیکن بالآخر جب اس کے کلام کا موازنہ کیا جائے تو بے اختیار زبان زدن ہو جائے گا "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" اور "این اثری من الشریا"۔ اس بات کو دلیل سے ثابت کرنے کے لئے باہمی تقابل کو بیان کر کے ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ایک تقابلی جائزہ

عربوں کا معروف و مشہور شاعر، رزم و بزم کا شہنشاہ اور مافوق العادت قوت امراء القیس کو کہا جاتا ہے، یہی شاعر اپنے رزمیہ اشعار میں گھوڑی کی مدح کرتے ہوئے یوں کہتا ہے:

(الف) "مکّرٍ مقبلٍ مدبرٍ معاً ... کجلمودٍ صخرٍ حطّہ السیلُ من علیٰ"⁵¹

“وہ گھوڑا حملہ کرنے والا، بھاگنے والا، آگے آنے والا، پیچھے کو مڑنے والا سب ایک وقت میں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک پتھر ہے جس کو سیلاب نے اوپر سے لڑھکا دیا ہے۔”

(ب) "کُمیت یزلّ اللبد عن حال متنہ کما ذلتا لصفواء بالمتنزل"

“وہ گھوڑا سیاہی و سفیدی مائل چٹکرا رہا ہے، اس کی پیٹھ ایسی صاف ہے کہ منہ اپنی پشت کے وسط سے اس طرح پھسلاتا ہے جیسا کہ صاف چکنا پتھر اپنے اترنے کی جگہ سے پھسل کر گرتا ہے۔”

(ج) "علی الذبل جیّاش کأن ابتزّامہ اذا جاش فیہ حمیہ غلیٰ مرجل"

“وہ دبلا پتلا ہے لیکن جوش ایسا کہ اس کے چلنے کی آواز گرمی نشاط کے جوش میں دیگ کے ابلنے کی آواز معلوم ہوتی ہے۔”

⁵¹Abū Ishāq bin Abī 'Awn, Al-Tashbihāt (Al-Maktabah Al-Shāmilah), 1:6.

(د) "إذا ما السابحات على الونى أثرن الغبار بالكَيْدِ الْمُؤَكَّلِ"

“جس وقت تیز رفتار گھوڑے تھک ہار کر پامال شدہ زمین پر غبار اڑاتے ہیں وہ گھوڑا بدستور بارش کی مانند تیز چلتا ہے۔“

(ه) "يُزَلُّ الغلامُ الخِفَّ عن صَهْوَاتِهِ وَيُلَوِي بِأَثْوَابِ العنيفة المثلث"

“ہلکے پھلکے انارڑی نوجوان کو اپنی پیٹھ سے پھسلا دیتا ہے، اور بھاری بھر کم تجربہ کار شہ سواروں کے کپڑے گرا دیتا ہے۔“⁵²

ان پانچ (5) اشعار میں اکاون (51) الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، جن سے مقصود گھوڑے کے مدح بیان کرنا ہے، جو بھی ان اشعار کو سنتا

ہے وہ فصاحت و بلاغت کی تعریف کرتا ہے، لیکن قرآن مجید میں ضمناً گھوڑے کی مدح کرتے ہوئے یوں بیان کیا گیا ہے:

“وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا (1) فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا (2) فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا (3) فَأَنْزَلَ بِهِ نَفْعًا (4) فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا (5)“⁵³

“قسم ہے دوڑتے ہانپتے گھوڑوں کی جو ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں، پھر صبح کے وقت تخت و تاراج کرتے ہیں، پھر اس وقت غبار اڑاتے

ہیں، پھر اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔“

ان پانچ آیات کریمہ میں بارہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، گھوڑے کی حقیقی اور واقعات خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے، اس کے برعکس اشعار

میں محض خیالات کو ہی بیان کیا گیا ہے، شاعر امراء القیس نے گھوڑے کی مدح کرتے ہوئے اس کے بھاگنے کی بھی مدح کی ہے، حالانکہ

حقیقت میں جنگ سے فرار خواہ کسی سبب سے ہو عیت ہوتا ہے نہ کہ کمال۔ گھوڑے کے آگے بڑھنے کو دیگ سے آنے والی آواز سے

تشبیہ دی گئی ہے جو بالکل واضح نہیں ہے، اس کے برعکس آیات کریمہ میں نہ فرار کا ذکر ہے اور نہ ہی گھوڑے کے دوڑنے کا ذکر کیا ہے،

بلکہ ہانپنے کا ذکر کیا گیا ہے جو بالکل واضح ہے، نیز اشعار میں ہے کہ تجربہ کار اور ناتجربہ کار دونوں کو گرا دیا جاتا ہے یا پھر اس کے سامان کو

ضائع کر دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک کے وفادار نہیں ہیں، اس کے برعکس آیات کریمہ میں گھوڑے اپنے آپ مشکل میں

بھی ڈال کر منزل مقصود کی طرف بڑھتے رہتے ہیں جو وفاداری کی علامت اور دلیل ہے۔

اشعار میں کبھی موٹاپے کا بیان کیا ہے اور کبھی لاغری اور کمزوری کا جو کہ تعارض ہے اور جھوٹ بھی ہے۔ جبکہ آیات کریمہ میں کوئی

تعارض نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ گھوڑے کا پامال شدہ زمین سے مٹی کا اڑنا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ اصل کمال تو جب ہے کہ زمین

ترتر ہو پھر بھی تیز چلنے سے غبار اڑے۔

یہ وضاحت سے قرآن کریم کے اعجاز بیانی کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

قاضی ابو بکر قفلائی نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں بلاغت کے دس وجوہ ذکر کر کے ہر نوع کے اعجاز کو تفصیلاً ثابت کیا ہے، وہ دس وجوہ

درج ذیل ہیں:-

⁵² Amrū' al-Qais bin ḥajar al-ḥārith al-kandī, Diwān Amrū' al-Qais (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1425 A.H), 1:54.

⁵³ Al- 'ādiyāt 100: 1-5.

(1) الایجاز (2) التثبیہ (3) الاستعارہ (4) التلاؤم (5) الفواصل (6) التجانس (7) التصریف (8) التقمیب (9) المبالغہ (10) حسن البیان۔⁵⁴

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم معجزہ ہے جو اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب رہا۔ اس نے پوری دنیا میں انقلاب عظیم پکایا۔ سوئی انسانیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ بکھری ہوئی اقوام کو متحد کیا اور راہِ راست سے پھری ہوئی جماعت کو صحیح راہ پر لگا دیا، یہ سب اس کے اعجاز گراں مایہ قدر کا طفیل ہی تو ہے۔

خلاصہ کلام

ان سارے دلائل سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں اعجاز و فصاحت و بلاغت جس عمدہ اور منفرد انداز سے پائی جاتی ہے، دوسری کتب اس سے خالی ہیں، جب قرآن کریم میں اس اعلیٰ انداز سے اعجاز اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے اور مخلوق اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رب کریم کا کلام ہے، اس لئے ہمیں اسی کو مشعل راہ بنا کر زندگی کے تمام مراحل میں اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

⁵⁴ Abū Bakr al-Bāqilānī Muḥammad bin al-Tayyib, I'jāz al-Qur'ān lil-bāqilānī, Muḥaqqiq: Al-Sayyid Aḥmad Saqar (Misr: Dār al-Ma'ārif, 1997 A.D.), 262.